# قطار

علامہ اقبال کے پیامِ مشرق میں شامل

فارسی قطعات لالۂ طور کا

منظوم اردو ترجمہ



از

رؤف خیر

رؤف خیر  قنطار





بار : اول



سن اشاعت اپریل ۲۰۰۱ء

کمپوزنگ : عدیل کمپیوٹر' جمال مارکٹ' چھتہ بازار حیدرآباد۔ ۲

سرورق : اطیب اعجاز

قیمت : ایک سو روپے (۱۰۰)

ناشر : خیری پبلی کیشنز 9-10-202/19 رسالہ بازار'

گولکنڈہ' حیدرآباد 500 008

فون نمبر 3523324 - 040

یہ کتاب اردو اکیڈیمی آندھرا پردیش کے جزوی مالی تعاون سے شائع ہوئی

**ملنے کے پتہ :**

۱۔ رؤف خیر رسالہ بازار' گولکنڈہ حیدرآباد۔ 500 008

فون نمبر 3523324 - 040

۲۔ دفتر شگوفہ پبلشرز بلڈنگ' معظم جاہی مارکٹ حیدرآباد۔ 500 001

فون نمبر 4745716

۳۔ اقبال اکادمی' مدینہ مشن' نارائن گوڑہ' حیدرآباد 500 029

فون نمبر 4755230

# انتساب

ذہین

و

متین

عطوف خیری

کے نام













☆ منیف خیری

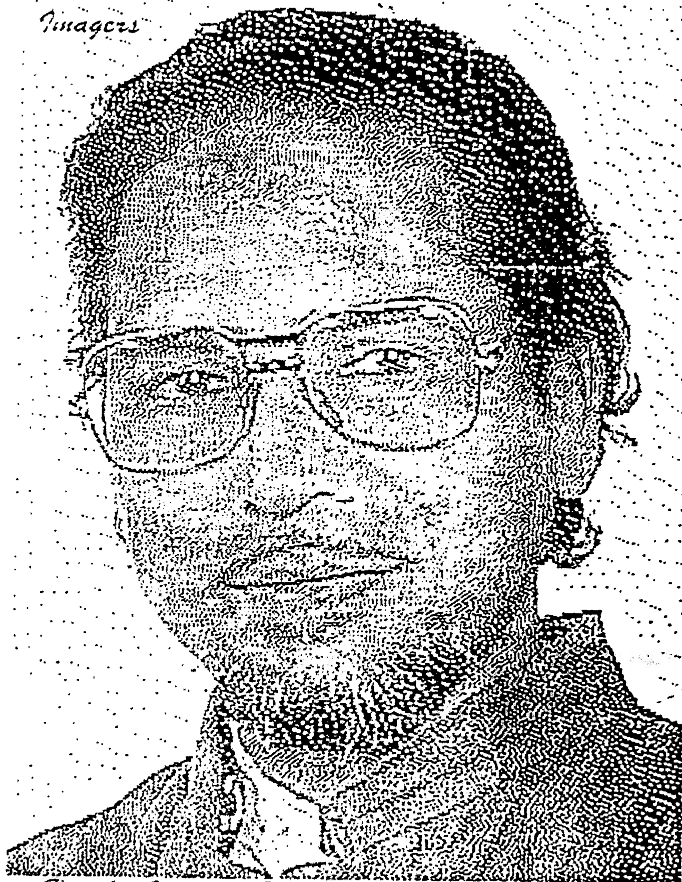
☆ نظیف خیری

☆ تالیف خیری

# ترتیب



علامہ اقبال




رؤف خیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# حرف خیر

اقبال اردو اور فارسی شاعری کا ایک ہمالہ ہے۔ میں تو اقبال کا ایک ادنا طالب علم ہوں اور ایک معمولی گلہری کی طرح چھالیہ توڑ کر دکھا رہا ہوں۔

کہاں اقبال کی ترجمانی کی جسارت اور کہاں میں ! اور پھر میں کیا میری فارسی دانی کیا ! لیکن جو کچھ مجھ سے ہو سکا ہے سب مع فارسی متن آپ کے سامنے ہے۔ میں نے اقبال ہی کی بحر اور اسلوب میں یہ ترجمہ کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔

بعض فارسی داں حضرات نے ان تراجم کی داد دے کر میرے حوصلے بڑھائے بعض نے میری کم علمی کا مذاق بھی اڑایا کہ اتنی کم استعداد پر چلے ہیں فارسی سے اردو میں منظوم ترجمہ کرنے ! مجھے اپنی کم مائیگی کا پورا پورا احساس ہے اس کے باوجود میں نے یہ جو "لالۂ طور" کے عنوان کے تحت "پیامِ مشرق" میں شامل علامہ اقبال کی رباعیات کا منظوم ترجمہ کر دیا ہے وہ ارباب نظر کی نذر ہے۔

گوئٹے کا دیوان مغرب (West Ostlicher Divan) ۱۸۱۹ء میں شائع ہوا جس کے جواب میں علامہ اقبال کا "پیام مشرق" تقریباً سو (۱۰۰) برس بعد عالم وجود میں آیا۔ اپنے مجموعے کے سرنامے کے طور پر اقبال نے "وللہ المشرق والمغرب" لکھ کر گویا یہ ثابت کیا کہ مشرق و مغرب کی فرمانروائی الٰہ واحد ہی کا حق ہے جو زمان و مکاں کی قید سے ماوراء ہے۔

حیرت انگیز بات یہ ہے کہ کہیں گوئٹے کی وجہ سے اقبال زیر بحث ہیں تو کہیں اقبال کی وجہ سے گوئٹے کے فکر و فن کا جائزہ لیا جا رہا ہے۔ فلسفہ ' تنقید ' شعریات اور تہذیب کا یہ ایک زندہ موضوع بن گیا ہے۔ ڈاکٹر اکرام چغتائی نے اس موضوع پر دنیا بھر کی مختلف زبانوں میں شائع ہونے والی لگ بھگ تین سو کتابوں کی فہرست شائع کی ہے۔

ڈاکٹر آرتھر ریمی Dr. Arthur Remy نے اپنی کتاب "The influence of India & Persia on the Poetry of Germany" میں تفصیل سے جرمنی کے دیگر شعراء کے ساتھ ساتھ گوئٹے پر بھی ان اثرات کی مدلل نشاندہی کی ہے۔ گوئٹے جہاں ویدانتی فلسفے اور تہذیب کو سنسکرت کے جرمن ترجموں کے حوالے سے پڑھ چکا تھا وہیں قرآن مجید کے جرمن ترجمے بھی اس کے پیش نظر تھے۔ ساتھ ہی ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر بھی اس کی گہری نظر تھی۔ وہ کلام اللہ اور سیرت رسول اللہ سے اس قدر متاثر تھا کہ اس نے اپنی اک نظم کا آغاز "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" کے الفاظ سے کیا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ گوئٹے عربی رسم الخط سے بھی واقف تھا۔ پاکستان کے مشہور و ممتاز محقق و نقاد ماہر اقبالیات ڈاکٹر اکرام چغتائی نے اپنی کتاب (بزبان انگریزی) Iqbal and Goethe (سنہ اشاعت ۲۰۰۰ء) میں گوئٹے کی وہ جرمن نظم اسی کے سواد خط میں چھاپ دی جس پر خود گوئٹے نے اپنے ہاتھ سے عربی میں "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" لکھا تھا۔ اسلام سے گوئٹے کی رغبت ہی اقبال کو اس سے قریب کر گئی۔

گوئٹے فارسی زبان سے بھی کماحقہ واقف تھا۔ چنانچہ جدید تحقیقات کی روشنی میں یہ ثابت ہو چکا ہے کہ حافظ، سعدی، عمر خیام وغیرہ کو گوئٹے نے راست فارسی ہی میں پڑھا تھا۔ اس کی فارسی دانی کا بین ثبوت اس کا ''دیوان مغربی'' ہے جو بارہ ابواب پر مشتمل ہے اور حافظ کی پیروی میں ہر باب کا عنوان اس نے فارسی میں رکھا تھا جیسے ساقی نامہ، مغنی نامہ، حکمت نامہ، تیمور نامہ، فارسی نامہ وغیرہ وغیرہ۔ گوئٹے بلا تکلف کئی فارسی تراکیب اپنی شاعری میں برتتا رہا جس کی طرف خود اقبال نے ''پیام مشرق'' کے پیش لفظ میں اشارہ کیا ہے۔

گوئٹے کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ''پیام مشرق'' کو علامہ اقبال نے چار حصوں میں تقسیم کیا ہے (اگر ابتدائیہ ''پیش کش'' اور اختتامیہ متفرقات ''خردہ'' کو الگ الگ باب شمار کیا جائے تو چھے حصے)۔ ''پیام مشرق'' کا ایک بڑا حصہ ''لالۂ طور'' ہے جو ۱۶۳ قطعات پر پھیلا ہوا ہے۔ ناچیز نے اسی غالب حصے کا منظوم ترجمہ ''قنطار'' کے عنوان سے کرنے کی جسارت کی ہے۔ ''پیام مشرق'' میں شامل اک نظم ''تنہائی'' اور ''زبور عجم'' کی افتتاحیہ دعا کا ترجمہ محض کتاب کی زینت بڑھانے کی نیت سے کیا گیا ہے کہ یہ دونوں تخلیقات بھی اقبال کی فکر خاص کا شناس نامہ ہیں۔

''لالۂ طور'' کے قطعات عالمی ادب میں اقبال کی زندگی ہی سے مرکز نگاہ بن گئے تھے۔ اقبال کے خطوط سے پتہ چلتا ہے کہ اقبال کے معاصر جرمن نقادوں نے انہیں ہاتھوں ہاتھ لیا اور ان پر تبصرے بھی کیے۔ انگریزی میں ڈاکٹر نکلسن اور ڈاکٹر آربری ''لالۂ طور'' کے اولین مترجمین شمار

کیے جاتے ہیں۔ اس کے بعد کئی ترجمے ہوئے۔ بشیر احمد ڈار' ممتاز حسین' سید عبدالواحد کے بعض انگریزی تراجم میری نظر سے گزر چکے ہیں۔ انا میری شمل Annemarie Schimmel نے اپنی کتاب "Gabriel's Wing" میں لالۂ طور کی رباعیات کی شرح کرتے ہوئے اقبال کے فکر و فن پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اقبال کی شاعری میں لالۂ طور کی بڑی اہمیت ہے۔

کئی مستند نقاد اقبال کے فکر و فن پر گفتگو کرتے ہوئے ''لالۂ طور'' سے صرف نظر نہیں کرپاتے۔ اردو میں فیض احمد فیض سے لے کر ناچیز تک کئی شاعروں نے ان قطعات کا ترجمہ کیا ہے۔ فکر ہر کس بہ قدر ہمت اوست ان تراجم کا تقابلی جائزہ ارباب ذوق کو مزہ دے سکتا ہے۔

انگریزی تراجم کے سلسلے میں اقبال کے صرف ایک قطعے کی مثال میں پیش کرنا چاہوں گا۔

چہ گویم نکتۂ زشت و نکو چیست | زباں لرزد کہ معنی پیچدار است
بروں از شاخ بینی خار و گل را | درون او نہ گل پیدا نہ خار است

بشیر احمد ڈار نے اس کا ترجمہ کیا:

What Should I say about good and evil
I trumbled to express as the problem is knitty
You see the flower and the thorn outside the twig
While within it there is nothing of the two.
(Page - 228 Iqbal and Goethe written by
M. Ikram Chaghtai-2000 A.D.)

مذکورہ کتاب میں جناب سید عبدالواحد (Iqbal Art& Philosophy) کے مصنف نے اس کا ترجمہ کچھ یوں کیا :

How should I describe good and evil?

The problem is so complex that the tongue falters

Out side the bough you see flower and the thorn

Inside it there is neither flower nor thorn.

دونوں مترجموں کے تراجم لفظی اعتبار سے ایک دوسرے سے یکسر مختلف ہیں لیکن دونوں نے اقبال کی صحیح ترجمانی کی پوری پوری کوشش کی ہے البتہ ادبی چاشنی کا جہاں تک سوال ہے ارباب نظر جانتے ہیں کہ کس کا ترجمہ بہتر ہے۔ بہر حال یہ سلسلہ تو چلتا رہے گا۔ (ہمارے علم میں یہ بات بھی آتی ہے کہ جناب ڈاکٹر عصمت جاوید نے لالۂ طور کا انگریزی ترجمہ کر رکھا ہے جو اشاعت کا منتظر ہے ۔ اس سے پہلے ڈاکٹر عصمت جاوید ''اسرار خودی'' اور ''رموز بے خودی'' کا منظوم اردو ترجمہ کر چکے ہیں۔)

ترجمہ کرتے ہوئے میں نے اقبال کی فکر کو اقبال ہی کے اسلوب میں بیان کرنے کی حتی المقدور کوشش کی ہے. البتہ کہیں کہیں مصرعوں کو موخر و مقدم کر لیا ہے تا کہ ترجمے کا حسن مجروح نہ ہونے پائے۔ کہیں کہیں تو ایسے ایسے قافیے میں نے برتے ہیں اور کچھ ایسے الفاظ Coin کئے ہیں کہ سخن شناس اپنا سکوت توڑنے پر مجبور ہو ہی جائیں گے۔

بعض مشاق مترجموں کے کئے ہوئے لالۂ طور کے تراجم میرے سامنے ہیں. ان کی شخصیت اور علمیت کا میں معترف ہوں لیکن ان کی موجودگی میں میرا یہ ترجمہ خود اس با کی دلیل ہے کہ میں ان کے ترجموں سے متفق نہیں ہوں. ترقی اور کمال کی خواہش جس طرح انسانی فطرت میں موجود ہے اسی طرح انسانی تخلیقی شاہکاروں میں بھی اس کا جواز موجود ہے. میں یہ نہیں کہتا کہ ان ترجموں میں مزید ترقی کی گنجائش نہیں ہے لیکن تابہ حدِ حدودِ خیر میں یہ کہہ سکتا ہوں

بے محنتِ پیہم کوئی جوہر نہیں کھلتا
مے خانۂ حافظ ہو کہ بت خانۂ بہزاد

میں نے حتی الوسع اپنے علم شعر، لسانی تجربات اور تخلیقی اظہار کی صلاحیت کو پورے شعور کے ساتھ استعمال کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ ان تراجم کو بہتر سے بہتر روپ دے سکوں.

گماں مبر کہ بہ پایاں رسید کار مغاں
ہزار بادۂ ناخوردہ در رگِ تاک است

والسلام
خیر اندیش

رؤف خیر

۲۸؍اپریل ۲۰۰۱ء

ماہر غالبیات اعلیٰ حضرت کالی داس گپتا رضا

# حرفے چند

ظاہرا فارسی اشعار کا اردو میں ترجمہ کرنا بہت آسان کام معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ فارسی تراکیب اور لفظیات اس آسانی سے اردو میں کھپ جاتی ہیں کہ اکثر نثری ترجمہ بھی پہلے ترجمے کا سرقہ معلوم ہوتا ہے۔ اگر نثری ترجمے کی بجائے اردو میں منظوم ترجمہ کیا جائے تو مشکل بڑھ جاتی ہے اور اگر اردو ترجمہ منظوم بھی ہو اور اسی بحر و وزن میں بھی ہو تو کام اور بھی دشوار ہو جاتا ہے۔ تاہم دشوار ترین مرحلہ وہ ہے جب ترجمہ کرنے والے کو یکایک یہ احساس ہوتا ہے کہ وہ خالق اشعار کی حدوں میں مقید محض ہے اور آزادانہ پرواز کے لیے بال و پر نہیں رکھتا۔

جناب رؤف خیر اچھے شاعر اور باخبر ادیب ہیں انھیں شعر کہنے اور نثر لکھنے کا سلیقہ ہے۔ اس کے علاوہ وہ کلامِ اقبال کے شیدائیوں میں ہیں۔ انہوں نے علامہ اقبال کی مشہور فلسفیانہ نظم (''تنہائی'') اور ''لالۂ طور'' (قطعات) کا ترجمہ جو آپ کے سامنے ہے بڑے شوق اور انہماک سے کیا ہے۔ اگرچہ جو مشکلات منظوم ترجمہ کرنے والے شاعر کو پیش آتی ہیں۔ اور اس کے باعث جو ناگزیر خامیاں در آتی ہیں اُن سے رؤف خیر اچھی طرح واقف ہیں۔ تاہم انہوں نے تمام ترجمے بڑی مستعدی اور ایمان داری سے کیے ہیں۔ محض اسی بناء پر قاری سے پر زور درخواست کی جاسکتی ہے کہ وہ اس ترجمے سے لطف اندوز ہو۔

جیسے یہ دو قطعے جواصل کے بہت قریب پہنچ گئے ہیں۔

سحر در شاخسارِ بوستانے
چہ خوش می گفت مرغِ نغمہ خوانے
بر آور ہر چہ اندر سینہ داری
سرودے' نالۂ' آہے' فغانے

چمن کے شاخساروں میں سحر دم
کہا کیا خوب مرغِ خوش سخن نے
سرود و نالہ و آہ و فغاں سب
ترے دل میں ہے جو کچھ سب اگل دے

علامہ کے آخری دو مصرعوں کا منظوم ترجمہ آسان نہیں تھا مگر رؤف خیر نے اسے بڑی چابک دستی سے اپنے لفظوں میں ڈھالا ہے۔

بہ کوئش رہ سپاری سے اے دل اے دل
مرا تنہا گذاری اے دل اے دل
دما دم آرزو ہا آفرینی
مگر کارے نہ داری اے دل اے دل

وہی ہے کوچہ گردی اے دل اے دل
وہی تنہائی میری اے دل اے دل
دما دم آرزوئیں آرزوئیں
نہیں کام اور کوئی اے دل اے دل

اس قطعے کی ردیف اے دل اے دل تاکید کے لیے آئی ہے اس لیے شروع میں وہی کے لانے کا جواز پیدا ہو گیا۔

---

(اعلیٰ حضرت گیتا رضا نے آخری کے دونوں مصرعوں میں ہلکی سی اصلاح فرمائی ہے۔ خیر)

قاری کی سہولت کے لیے رؤف خیر نے تقابل کے لیے اپنے ترجمے سے پہلے علامہ اقبال کی نظم و قطعات کا متن بھی درجِ کتاب کر دیا ہے۔ جس کے معنے یہ ہیں کہ وہ اپنے ترجمے پر مکمل اعتماد رکھتے ہیں۔ لیکن ترجمہ مشکل کام ہے اس لیے یقیناً ترجمے کی تکمیل کے بعد اُن کے ذہن میں علامہ کے یہ مصرعے گھومتے رہے ہوں گے :

دریں گلشن پریشاں مثلِ بویم
نمی دانم چہ می خواہم چہ جویم
برآید آرزو یا بر نیاید
شہید سوز و ساز آرزویم

خدا کرے کہ اس "شہید سوز و ساز" جسے اب رؤف خیر کا نام دیا سکتا ہے 'کی آرزو بر آئے اور یہ ترجمہ معروف و مقبول ہو۔

کالی داس گپتا رضا

26-12-2000

---

اے مثالِ بو ہوں سرگرداں چمن میں
نہ جانے ڈھونڈنا کیا چاہتا ہوں
تمنا کوئی بر آئے نہ آئے
تمناؤں کا میں مارا ہوا ہوں

(ترجمہ از : رؤف خیر)

# "قنطار"

## ایک قابلِ قدر پیشکش

جو حضرات تصنیف و تالیف کا ذوق اور شغف رکھتے ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں کہ تصنیف و تالیف کے مقابلہ ایک زبان سے دوسری زبان میں کسی تخلیق کا ترجمہ کرنا نہایت مشکل اور نازک کام ہے۔ کسی دوسری زبان کے مصنف یا مؤلف کے نفسِ مضمون کو سمجھنا پھر ترجمہ کے ذریعہ دوسری زبان میں منتقل کرنا۔ کارے دارد۔ بالخصوص جب کسی منظوم تخلیق کو منظوم شکل میں ہی دوسری زبان میں منتقل کیا جائے تو یہ کام جوئے شیر لانے کے مترادف ہو جاتا ہے۔ اچھے اچھے شہسوار اس وادیٔ دشوار میں ٹھوکر کھا جاتے ہیں۔ اُردو میں ترجمہ کی روایت قدیم ہے۔ نثری ترجمے بھی ہوئے ہیں اور منظوم بھی۔ اربابِ فکر و نظر نے جہاں بعض ترجموں کو سراہا ہے وہیں بعض ترجموں کی تنقید بھی کی ہے۔ یہ ایک طویل باب ہے۔

شاعرِ مشرق علامہ اقبالؔ جو بلاشبہ آفاقی شاعر کہلانے کے مستحق ہیں۔ ان کی شعری فکر کا ایک معتدبہ اور قابلِ قدر حصہ فارسی

میں بھی ہے۔اسی فارسی شاعری کا ایک طویل باب ''لالۂ طور'' کے نام سے قطعات پر مشتمل ہے۔ان قطعات کو ''رباعی'' کا نام دینا لغوی اعتبار سے صحیح ہوسکتا ہے مگر اصطلاحی لحاظ سے بالکل غلط ہے۔دانشوران عالم اس امر پر متفق ہیں کہ اقبالؔ کی شاعری میں حکمت وبصیرت بھی ہے اور عبرت ونصیحت بھی ترغیبات بھی ہیں اور ترھیبات بھی۔قوم کے شاندار ماضی کا قصیدہ بھی اور عبرتناک حال کا مرثیہ بھی۔ملتوں کے عروج وزوال کے اسباب بھی اور ان کا پس منظر بھی۔

رؤف خیّر (حیدرآباد) ایک باصلاحیت اور ہونہار قلمکار ہیں۔گزشتہ صدی کی ساتویں دہائی میں اور اس کے بعد جن شعراء نے اپنی طرف متوجہ کیا اور اپنی صلاحیتوں کے بل بوتہ پر اپنی پہچان بنائی ان میں رؤف خیّر کا نمایاں نام ہے،جس نے اُردو شعر وادب کو بہت کچھ دیا اور جو دیا خوب دیا۔اُردو شاعری کی شاید ہی کوئی ایسی صنف ہو جو ان کی مشق سخن کی ہدف نہ بنی ہو۔متعدد شعری مجموعوں کے بعد وہ ''قنطار'' کے نام سے ''لالہ طور'' کے فارسی قطعات کا منظوم اُردو ترجمہ دنیائے ادب کے سامنے پیش کررہے ہیں۔جیسا کہ میں نے عرض کیا۔کسی منظوم تخلیق کا دوسری زبان میں منظوم ترجمہ پیش کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔یہ امر

باعث مسرت واطمینان ہے کہ رؤف خیر یہ جوئے شیر لانے میں پوری طرح کامیاب وبامراد ہیں۔اقبال کے فکر و فلسفہ کو انھوں نے جس مہارت اور چابکدستی کے ساتھ اُردو نظم کا حسین پیکر عطا کیا ہے وہ انھیں کا حصہ ہے۔ اندازہ ہوتا ہے کہ رؤف خیرؔ فارسی زبان کے ساتھ اقبال کے فکراور فلسفہ پر گہری نظر رکھتے ہیں۔

بعض قطعات کا ترجمہ کرتے وقت غالباً ضرورت شعری کے تحت مصرع اول کو مصرع ثانی اور مصرع ثانی کو مصرع اول بنایا گیا ہے۔جو شاید مناسب ہی ہے مجھے یقین ہے کہ ''قنطار''کی اشاعت اُردوادب میں ایک گرانقدر اضافہ ثابت ہوگی۔اللہ تعالیٰ رؤف خیرؔ کی یہ کوشش قبول فرمائے۔

ڈاکٹر تسخیر فہمی

پرنسپل 'اقراء یونانی میڈیکل کالج' جلگاؤں

425135 مہارشٹرا

# "زبورِ عجم" کی افتتاحیہ دعا

یارب درونِ سینہ دلِ باخبر بدہ
در بادہ نشہ را نگرم آں نظر بدہ

ایں بندہ را کہ بانفسِ دیگراں نزیست
یک آہِ خانہ زاد ' مثالِ سحر بدہ

سیلم مرا بہ جوئے تنک مایۂ مپیچ
جولانگہے بہ وادی و کوہ و کمر بدہ

سازی اگر حریفِ یمِ بے کراں مرا
بااضطرابِ موج سکونِ گہر بدہ

شاہینِ من بہ صیدِ پلنگاں گذاشتی
ہمت بلند و چنگل ازیں تیز تر بدہ

رفتم کہ طائرانِ حرم را کنم شکار
تیرے کہ ناقگندہ فتد کارگر بدہ

خاکم بہ نورِ نغمۂ داؤد برفروز
ہر ذرّہ مرا پر و بالِ شرر بدہ



# "زبورِ عجم" کی افتتاحیہ دعا

پہلو میں دل دیا ہے تو دل باخبر بھی دے
دیکھوں مزاج نشۂ مئے وہ نظر بھی دے

سانسوں پہ دوسروں کی گزاروں نہ زندگی
یک آہِ خانہ زاد مثالِ سحر بھی دے

رکھیو نہ سیل فکر مرا جوہڑوں میں قید
میداں بھی اس کو وادی و کوہ و کمر بھی دے

جب بحرِ بے کراں کے مقابل کیا مجھے
پھر موج مضطرب کو سکون گہر بھی دے

شاہین کو بنایا شکاری جو شیر کا
ہمت بلند پنجے ذرا تیز تر بھی دے

جاتا ہوں طائران حرم کے شکار کو
اب خوش نشان تیر مجھے کارگر بھی دے

چمکا دے نور نغمہ داؤد سے مجھے
میرے روئیں روئیں کو شرربار کر بھی دے



# تنہائی

بہ بحر رفتم و گفتم بہ موج بے تابے
ہمیشہ در طلب استی چہ مشکلے داری؟
ہزار لولوئے لالاست در گریبانت
درون سینہ چو من گوہر دلے داری؟
تپید و از لب ساحل رمید و ہیچ نگفت

بہ کوہ رفتم و پرسیدم ایں چہ بیدردیست
رسد بگوش تو آہ و فغان غم زدۂ؟
اگر بہ سنگ تو لعلے زقطرہ خون است
یکے در آ بہ سخن با من ستم زدۂ
بخود خزید و نفس درکشید و ہیچ نگفت

رہ دراز بریدم زِ ماہ پر سیدم
سفر نصیب! نصیب تو منزلے است کہ نیست؟
جہاں زِ پرتو سیمائے تو سمن زارے
فروغ داغ تواز جلوۂ دلے است کہ نیست؟
سوے ستارہ رقیبانہ دیدو ہیچ نگفت

شدم بہ حضرت یزداں گذشتم از مہ و مہر
کہ در جہانِ تو یک ذرہ آشنایم نیست
جہاں تہی زِدل و مشت خاک من ہمہ دل
چمن خوش است ولے درخور نوایم نیست
تبسمے بہ لب او رسید و ہیچ نگفت

# ترجمہ

گیا میں بحر پہ' بے چین موج سے پوچھا
ہے تو سدا کی سوالی' ہے کیا پریشانی ؟
ہزار موتی ٹکے ہیں ترے گریباں میں
ہے میری طرح کا پہلو میں گوہر دل بھی؟
تڑپ کے بھاگی کنارے سے اور کچھ نہ کہا

گیا پہاڑ پہ' پوچھا یہ کیا ہے بیدردی
تو کان دھرتا نہیں غم زدوں کی آہ پہ کیوں؟
ستم زدوں سے بھی کچھ بول دو گھڑی کے لیے
اگر ہے پیکر سنگیں میں لعلِ قطرۂ خوں
وہ دم بخود تھا کہ دیکھا بغور' کچھ نہ کہا

مسافتوں سے گزر کر یہ چاند سے پوچھا
سفر نصیب کو منزل نصیب ہے کہ نہیں؟
چمک جہاں میں ہے تیری جبیں کے پرتو سے
فروغ داغ یہ دل سے قریب ہے کہ نہیں؟
نظر کی تاروں پہ چشمک بطور' کچھ نہ کہا
جو مہر وماہ سے گزرا' حضور حق پوچھا
ترا جہاں تو ذرا مجھ کو جانتا ہی نہیں
ترا جہان ہے بے دل' میں دل سراپا ہوں
چمن ہے ٹھیک مگر در خورِ نوا ہی نہیں
تو مسکرا دیا وہ خود بھی اور کچھ نہ کہا

# مترجم کی دیگر تصنیفات

۱۔ اقراء شعری مجموعہ سن اشاعت ۱۹۷۷ء
اردو اکادمی آندھرا پردیش کا انعام یافتہ

۲۔ ایلاف شعری مجموعہ سن اشاعت ۱۹۸۲ء
(فرانسیسی صنف سخن ترائیلوں پر مشتمل)
اردو اکادمی آندھرا پردیش کا انعام یافتہ

۳۔ شہداب شعری مجموعہ سن اشاعت ۱۹۹۳ء
اردو اکادمی آندھرا پردیش کا انعام یافتہ

۴۔ حیدرآباد کی خانقاہیں تحقیق سن اشاعت ۱۹۹۴ء

۵۔ خط خیر (تنقیدی مضامین) سن اشاعت ۱۹۹۷ء
اردو اکادمی آندھرا پردیش کا انعام یافتہ
اردو اکادمی مغربی بنگال کلکتہ کا انعام یافتہ

# لالۂ طور

(پیامِ مشرق)

کا

منظوم اردو ترجمہ

# قنطار

از

رؤف خیرؔ

نمو کا جوش سلامت، میں بے نشان نہیں
کمال یہ ہے کہ ہر خاک نم ہے میرے لئے

رؤف خیرؔ



شہیدِ نازِ او بزمِ وجود است
نیاز اندر نہادِ ہست و بود است
نمی بینی کہ از مہر فلک تاب
بسیمائے سحر داغِ سجود است

۱

شہیدِ ناز اس کی بزم ہستی
اطاعت اس کی گھٹی میں پڑی ہے
افق پر تو نے کیا سورج نہ دیکھا
جبیں پر جیسے داغِ بندگی ہے



دلِ من روشن از سوزِ درون است
جہاں بیں چشمِ من از اشک خون است
زِ رمزِ زندگی بیگانہ تر باد
کسے کو عشق را گوید جنون است

۲

منور دل مرا سوزِ دروں سے
جہاں بیں آنکھ ہے خوں سے لبا لب
وہ بے گانہ ہے رمز زندگی سے
جو سمجھے عشق کو دیوانہ پن اب

بباغاں بادِ فرور دیں دہد عشق
براغاں غنچہ چوں پرویں دہد عشق
شعاعِ مہر او قلزم شگاف است
بماہی دیدۂ رہ بیں دہد عشق

۳

چمن کو عشق دے باد بہاری
ستاروں جیسی کلیاں جنگلوں کو
کرن اس کی سمندر چیر ڈالے
دکھاتا ہے وہ رستہ مچھلیوں کو



عقاباں راں بہاے کم نہد عشق
تدرواں را بباز اں سر دہد عشق
نگہ دارد دل ما خویشتن را
ولیکن از کمینش بر جہد عشق

۴

عقابوں کو بڑا بے مول سمجھے
چکوروں کو شرف بازوں پہ بخشے
بچائے دل تو خود کو لاکھ لیکن
لگا کر گھات دل پر عشق جھپٹے

بہ برگِ لالہ رنگ آمیزیِ عشق
بجانِ ما بلاانگیزیِ عشق
اگر ایں خاک داں را واشگافی
درونش بنگری خونریزیِ عشق

۵

عطائے عشق ہے یہ رنگِ لالہ
بلائے جاں بھی ہے اپنے لئے عشق
کرے گر چاک تو اس خاک داں کو
تو اس میں دیکھے بس خونریزیِ عشق



نہ ہر کس از محبت مایہ دار است
نہ با ہر کس محبت سازگار است
بروید لالہ با داغِ جگر تاب
دلِ لعلِ بدخشاں بے شرار است

۶

محبت سے تونگر سب کہاں ہیں
یہ کب ہوتی ہے سب پر آشکارا
ہے لالہ سرخ رو' داغِ جگر سے
دلِ لعلِ بدخشاں بے شرارا

دریں گلشن پریشاں مثل بویم
نمی دانم چہ می خواہم ، چہ جویم
برآید آرزوہ یا بر نیاید
شہید سوز و ساز آرزویم

۷

مثال بو ہوں سرگرداں چمن میں
نہ جانے ڈھونڈتا کیا چاہتا ہوں
تمنا کوئی برآئے نہ آئے
تمناؤں کا میں مارا ہوا ہوں



جہاں مشت گل و دل حاصل اوست
ہمیں یک قطرۂ خوں مشکل اوست
نگاہ ما دوبیں افتاد ورنہ
جہان ہر کسے اندر دل اوست

۸

جہان خاک کا حاصل تو دل ہے
یہی اک قطرۂ خوں اس پہ بھاری
ہماری آنکھ میں دوئی ہے ورنہ
اسی کے دل میں ہے دنیا اسی کی

سحر می گفت بلبل باغباں را
دریں گل جز نہال غم نگیرد
بہ پیری می رسد خار بیا باں
ولے گل چوں جواں گردد بمیرد

۹

کہا مالی سے بلبل نے سحردم
نہال غم ہی اس مٹی میں پنپا
جیا خار بیاباں عمر پوری
جواں ہوتے ہی گل پژمردہ ٹھیرا



جہان ما کہ نابود است بودش
زیاں توام ہمی زاید بسودش
کہن را نوکن و طرح دگر ریز
دل ما بر نتابد دیر و زودش

۱۰

یہ دنیا جس کا ہونا ہے نہ ہونا
کہ ہیں سود و زیاں جڑواں مناذل
پرانے کو نیا کر طرح نو ڈال
ہے دل تاخیر و عجلت کا نہ حامل

نوائے عشق را ساز است آدم
کشاید راز و خود راز است آدم
جہاں او آفرید' ایں خوب ترساخت
مگر با ایزد انباز است آدم

۱۱

ہے خود ہی ساز ' سرسنگھار آدم
ہے خود ہی راز خود اظہار آدم
کرے تخلیق پر حسن اضافی
ہے خالق کا شریک کار آدم

نہ من انجام و نے آغاز جویم
ہمہ رازم ' جہان راز جویم
گراز روئے حقیقت پردہ گیرند
ہماں یوک و مگررا باز جویم

۱۲

جہان راز ڈھونڈوں راز ہوکر
نہ میں انجام نے آغاز ڈھونڈوں
اگر ظاہر ہو بے پردہ حقیقت
"مگر" "شاید" کا پھر انداز ڈھونڈوں

دلا نارائی پروانہ تاکے
نگیری شیوۂ مردانہ تاکے
یکے خودرا بسوز خویشتن سوز
طواف آتش بیگانہ تاکے

۱۳

نہ کر پروانے کی تقلید اے دل
خلاف شیوۂ مردانہ کب تک
سلگ اپنے ہی سوز اندروں سے
طواف آتش بیگانہ کب تک



تنے پیدا کن از مشت غبارے
تنے محکم تر از سنگیں حصارے
درون او دل درد آشنائے
چو جوئے در کنار کوہسارے

۱۴

کر اپنی خاک سے پیکر وہ پیدا
حصار سنگ سے مضبوط ایسا
کہ اس پیکر میں ہو درد آشنا دل
ندی کہسار کے دامن میں گویا

ز آب و گل خدا خوش پیکرے ساخت
جہانے از ارم زیبا ترے ساخت
ولے ساقی باں آتش کہ دارد
زخاک من جہان دیگرے ساخت

۱۵

بنایا رب نے خاکی خوب پیکر
جہاں ایسا ارم سے بھی حسین تر
کمال فن سے ساقی نے بنایا
مری مٹی سے اک آفاق دیگر



بہ یزداں روز محشر برہمن گفت
فروغ زندگی تاب شرر بود
ولیکن گر نرنجی باتو گویم
صنم از آدمی پاینده تر بود

۱۶

پجاری نے کہا محشر میں حق سے
دمک جاں کی تھی چنگاری کی صورت
حقیقت میں تو انساں سے زیادہ
بدامت مان ' پائندہ تھی مورت

گذشتی تیز گام اے اختر صبح
مگر از خواب ما بیزار رفتی
من از نا آگہی گم کردہ راہم
تو بیدار آمدی بیدار رفتی

۱۷

تو گزرا تیز گام اے اختر صبح
ہماری نیند سے بیزار شاید
بھٹکتا ہوں میں ناسمجھی سے اپنی
مگر بیدار تیری رفت و آمد



تہی از ہاے و ہو میخانہ بودے
گل ما از شرر بیگانہ بودے
نبودے عشق وایں ہنگامہ عشق
اگر دل چوں خرد فرزانہ بودے

۱۸

جو ہوتی بے شرر مٹی ہماری
بڑا سنسان یہ میخانہ ہوتا
نہ ہوتا عشق اور ہنگامۂ عشق
خرد سا دل اگر فرزانہ ہوتا

ترا اے تازہ پرواز آفریدند
سراپا لذت بال آزمائی
ہوس مارا گراں پرواز دارد
تو از ذوق پریدن پر کشائی

۱۹

تری تخلیق ہی اے تازہ شہپر
اڑانوں کے لئے ہے اڑ' مزہ لے
ہوس نے کی مری پرواز مشکل
مگر تو تو پروں کو آزما لے



چہ لذت یارب اندر ہست و بود است
دل ہر ذرہ در جوش نمود است
شگافد شاخ را چوں غنچۂ گل
تبسم ریز از ذوق وجود است

۲۰

ہے ہر ذرے میں جوش خود نمائی
ہے لذت گیر کتنی ہست و بود اب
جو پھوٹے شاخ گل پر کوئی غنچہ
تو ہنس پڑتا ہے پھر ذوق نمود اب

شنیدم در عدم پروانہ می گفت
دمے از زندگی تاب و تبم بخش
پریشاں کن سحر خاکسترم را
ولیکن سوز و سازیک شبم بخش

۲۱

سنا پروانہ کہتا تھا عدم میں
مجھے پل بھر حیات تاب و تب دے
پریشاں کر گجردم خاک میری
مگر بھر پور سوز و ساز شب دے



مسلماناں! مرے حرفے است در دل
کہ روشن تر زِجانِ جبرئیل است
نہانش دارم از آزر نہاداں
کہ ایں سر زِ اسرارِ خلیل است

۲۲

مسلمانو' ہے دل میں حرف ایسا
جو روشن تر ہے جبریلِ امیں سے
رکھا آزر مزاجوں سے چھپاکر
کہ یہ رازِ خلیلی ہے ہمیں سے

بہ کوپش رہ سپاری اے دل اے دل
مرا تنہا گذاری اے دل اے دل
دما دم آرزو ہا آفرینی
مگر کارے نہ داری اے دل اے دل

۲۳

وہی ہے کوچہ گردی اے دل اے دل
وہی تنہائی میری اے دل اے دل
دما دم آرزو پر آرزوئیں
نہیں ہے کام کوئی اے دل اے دل



رہے در سینۂ انجم کشائی
ولے از خویشتن نا آشنائی
یکے بر خود کشا چوں دانہ چشمے
کہ از زیر زمیں نخلے بر آئی

۲۴

بنایا سینۂ انجم میں رستہ
خود اپنی ذات سے نا واقفیت!
شجر اک تیری مٹی ہی سے پھوٹے
کھلے خود پر جو تو کونپل کی صورت

سحر در شاخسارِ بوستانے
چہ خوش می گفت مرغِ نغمہ خوانے
بر آور ہر چہ اندر سینہ داری
سرودے' نالۂ' آہے' فغانے

۲۵

چمن کے شاخساروں میں گجر دم
کہا کیا خوب مرغِ خوش سخن نے
سرودو نالہ و آہ و فغاں سب
ترے دل میں ہے جو کچھ سب اگل دے



ترا یک نکتۂ سر بستہ گویم
اگر درس حیات از من بگیری
بمیری گر بہ تن جانے نہ داری
وگر جانے بہ تن داری' نمیری

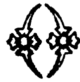
۲۶

کہوں اک نکتۂ سر بستہ تجھ سے
سمجھ یہ مجھ سے درسِ زندگانی
بدن بے کار ہے بے جان ہے گر
ہے جاں روحِ حیاتِ جاودانی

بهل افسانۂ آں پا چراغے
حدیثِ سوزِ او آزارِ گوش است
من آں پروانہ را پروانہ دانم
کہ جانش سخت کوش و شعلہ نوش است

۲۷

اس آتش زیرپا کا چھوڑ قصہ
تڑپ جس کی سماعت پر گراں ہو
میں اس پر وانے کو پروانہ سمجھوں
جو شعلہ نوش بھی ہو سخت جاں ہو



ترا از خویشتن بیگانہ سازد
من آں آبے طربنا کے ندارم
ببازارم مجو دیگر متاعے
چو گل جز سینۂ چاکے ندارم

۲۸

تجھے خود سے جو بیگانہ بنادے
میں رکھتا ہی نہیں خوش آب ایسا
مثالِ چاکِ گل ہے چاک سینہ
مرے بازار میں جنس اور ہے کیا!

زیاں بینی زِ سیر بوستانم
اگر جانت شہید جستجو نیست
نمایم آنچہ ہست اندر رگ گل
بہارِ من طلسم رنگ و بو نیست

۲۹

گیا سیر چمن سے ہاتھ خالی
شہید جستجو کی حد نہیں ہے
رگ گل میں ہے کیا کیا۔ کیا بتاؤں
طلسم رنگ و بو مقصد نہیں ہے



بروں از ورطۂ بود و عدم شو
فزوں تر زیں جہانِ کیف و کم شو
خودی تعمیر کن در پیکر خویش
چو ابراہیم معمار حرم شو

۳۰

اب اونچا اٹھ جہانِ کیف و کم سے
نکل گرداب سے بود و عدم کے
خودی تعمیر کر یوں اپنی جیسے
خلیل اللہ تھے بانی حرم کے

زِ مرغانِ چمن نا آشنایم
بشاخِ آشیاں تنہا سرایم
اگر نازک دلی، از من کراں گیر
کہ خونم می تراود از نوایم

۳۱

میں نا واقفِ ہوں مرغانِ چمن سے
اکیلا شاخ پر نغمہ سرا ہوں
جو نازک دل ہے، مجھ سے کر کنارہ
ٹپکتا ہے نواؤں سے مری خوں



جہاں یا رب چہ خوش ہنگامہ دارد
ہمہ را مست یک پیمانہ کردی
نگہ را بانگہ آمیز دادی
دل از دل جاں زِ جاں بیگانہ کردی

۳۲

جہاں یارب ہے خوش ہنگام کتنا
ہیں بے خود ایک پیمانے سے سارے
ملائی آنکھ تو آنکھوں سے لیکن
دلوں کو دل سے جاں کو جاں سے کاٹے

سکندر با خضر خوش نکتہ گفت
شریکِ سوز و سازِ بحر و بر شو
تو ایں جنگ از کنارِ عرصہ بینی
بمیر اندر نبرد و زندہ تر شو

۳۳

سکندر نے کہا اچھا خضر سے
شریکِ سوز و سازِ بحر و بر ہو
کنارہ سے یہ کیا نظارہ کرنا
شہیدِ جنگ ہو کر زندہ تر ہو



سریرِ کیقباد، اکلیلِ جم خاک
کلیسا و بتستان و حرم خاک
ولیکن من ندانم گوہرم چیست
نگاہم برتر از گردوں، تنم خاک

۳۴

ہے تختِ کیقباد و تاجِ جم خاک
کلیسا، بت کدہ ہو یا حرم خاک
نہ جانے بات کیا ایسی ہے ہم میں
نظر گردوں سے آگے اور ہم خاک

اگر در مشت خاکِ تو نهادند
دلِ صد پارۂ خونابہ بارے
زِ ابر نو بہاراں گریہ آموز
کہ از اشکِ تو روید لالہ زارے

۳۵

اگر پوشیدہ تیری خاک میں ہے
یہ خوں روتا ہوا ٹوٹا ہوا دل
بہاروں کی گھٹا سے سیکھ رونا
کہ ہو سرسبز لالہ زارِ کامل

دمادم نقش ہائے تازہ ریزد
بیک صورت قرارِ زندگی نیست
اگر امروز تو تصویرِ دوش است
بخاک تو شرارِ زندگی نیست

۳۶

دمادم نقش یہ تازہ بہ تازہ
کسی صورت نہ ٹھیراؤ مگر ہے
اگر ہے آج تیرا کل کی صورت
تو مشتِ خاک تیری بے شرر ہے

چو ذوقِ نغمہ ام در جلوت آرد
قیامت افگنم در محفل خویش
چو می خواہم دمے خلوت بگیرم
جہاں را گم کنم اندر دلِ خویش

۳۷

اگر جلوت میں لائے ذوقِ نغمہ
میں ڈھاؤں اپنی محفل میں قیامت
بسالوں ایک دنیا اپنے دل میں
گھڑی بھر کے لئے چاہوں جو خلوت



چہ می پرسی میان سینہ' دل چیست
خرد چوں سوز پیدا کرد دل شد
دل از ذوقِ تپش دل بود لیکن
چو یک دم از تپش افتاد گلِ شد

۳۸

ہے کیا سینے میں دل کیا پوچھتے ہو
خرد بھر دے جو سوزِ دل دل تو دل ہے
ہے دل ذوقِ تپش سے دل وگرنہ
تپش جس لمحہ چھوٹے صرف گل ہے

خرد گفت او بچشم اندر نگنجد
نگاہِ شوق در امید و بیم است
نمی گردد کہن افسانۂ طور
کہ در ہر دل تمنائے کلیم است

۳۹

کہا یہ عقل نے وہ ماوراء ہے
امید و بیم ہیں شوقِ قدیمی
نہ ہو گا طور کا قصہ پرانا
ہے ہر دل میں تمنائے کلیمی



کنشت و مسجد و بت خانہ و دیر
جزایں مشت گلے پیدا نکردی
زِ حکم غیر نتواں جز بہ دل رست
تو اے غافل دلے پیدا نہ کردی

۴۰

بنا ڈالا تجھے مٹی کا مادھو
اس آتش خانہ و دیر و حرم نے
ترے سینے میں غافل دل نہیں وہ
جو غیر اللہ سے تجھ کو بچالے

نہ پیوستم دریں بستاں سرا دل

زِ بند این و آں آزادہ رفتم

چو بادِ صبح گردیدم دمے چند

گلاں را آب و رنگے دادہ رفتم

۴۱

حوالے کب ہوا خاکِ چمن کے

یہ دل پابند کب تھا ایں و آں کا

نسیمِ صبح سا گھوما گھڑی بھر

گلوں کو دے کے آب و رنگ پلٹا



نخود باز آورد رندِ کہن را

مئے برنا کہ من در جام کردم

من ایں مئے چوں مغانِ دورِ پیشیں

ز چشمِ مستِ ساقی وام کردم

۴۲

کھلے رندِ کہن بھی پی کے خود پر

یہ تازہ مئے جو میرے جام میں ہے

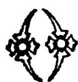
ملی ساقی کی چشمِ مست ہی سے

مجھے پیرِ مغاں کی طرح یہ مئے

سفالم را مئے او جامِ جم کرد
درونِ قطرہ ام پوشیدہ یم کرد
خرد اندر سرم بت خانۂ ریخت
خلیلِ عشق دیرم را حرم کرد

۴۳

مرا قطرہ سمندر اس کی مئے سے
ہے جامِ جم مرا مٹی کا پیالہ
خلیلِ عشق نے ڈھالا حرم میں
خرد نے سر میں جو مندر تراشا



خرد زنجیریِ امروز و دوش است
پرستارِ بتانِ چشم و گوش است
صنم در آستیں پوشیدہ دارد
برہمن زادۂ زنار پوش است

۴۴

خرد امروز و فردا میں گرفتار
مزاجاً بت پرستی میں مگن ہے
ہیں بت پوشیدہ اس کی آستیں میں
یہ زناری ازل کی برہمن ہے

خرد اندر سر ہر کس نہادند
تنم چوں دیگراں از خاک و خون است
ولے ایں راز کس جز من نداند
ضمیر خاک و خونم بے چگون است

۴۵

خرد تو ہے کس و ناکس کے سر میں
میں سب کی طرح خاک و خوں کا پیکر
ضمیرِ خاک و خوں تو منفرد ہے
مگر یہ راز کب ہے فاش سب پر

گدائے جلوہ رفتی بر سر طور
کہ جانِ تو زِ خود نا محرمے ہست
قدم در جستجوے آدمے زن
خدا ہم در تلاشِ آدمے ہست

۴۶

گیا ہے طور پر جلوے کا طالب
خود اپنی ذات سے نا آگہی ہے
قدم دھر آدمی کی جستجو میں
خدا کو خود تلاشِ آدمی ہے

بگو جبریل را از من پیامے
مرا آں پیکرِ نوری ندادند
ولے تاب و تبِ ما خاکیاں بیں
بنوری ذوقِ مہجوری ندادند

۴۷

کہو جبریل سے پیغام میرا
مجھے گو پیکرِ نوری نہ بخشا
تڑپ دیکھی جو رب نے خاکیوں کی
ملک کو ذوقِ مہجوری نہ بخشا



ہمائے علم تا افتد بدامت
یقیں کم کن، گرفتارِ شکے باش
عمل خواہی؟ یقیں را پختہ تر کن
یکے جوے و یکے بین و یکے باش

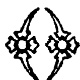
۴۸

ہمائے علم ہاتھ آئے نہ جب تک
یقیں کم کر، گرفتارِ گماں ہو
عمل چاہے تو پختہ تر یقیں کر
تلاش اک، ایک کا ہو دیکھ اسی کو

خرد بر چہرۂ تو پردہ ہا بافت
نگاہے تشنۂ دیدار دارم
در افتد ہر زماں اندیشہ با شوق
چہ آشوب افگنی در جانِ زارم

۴۹

خرد پردے ترے چہرے پہ تانے
مگر میں تشنۂ دیدار بھی ہوں
ہمیشہ شوق سے اندیشہ الجھا
مصیبت یہ کہ جانِ زار بھی ہوں



دلت می لرزد از اندیشۂ مرگ
زِ بیمش زرد مانندِ زریری
بخود باز آ خودی را پختہ تر گیر
اگر گیری پس از مردن نمیری

۵۰

ہے برگِ زرد خوفِ مرگ سے تو
کہ مرنے سے لرزتا ہے ترا من
پلٹ آ خود میں پختہ تر خودی کر
اگر مرنا نہیں ہے بعد مردن

زپیوند تن و جانم چہ پرسی
بدامِ چند و چوں درمی نیایم
دمِ آشفتہ ام در پیچ و تابم
چو از آغوشِ نے خیزم نوایم

۵۱

یہ ربطِ جان و تن کیا پوچھتے ہو
میں اس پھندے میں پھنسنے کا نہیں ہوں
نفس پیچیدہ اس آغوشِ نے سے
جو میں نکلوں تو نغمہ بن کے نکلوں



مرا فرمود پیر نکتہ دانے
ہر امروزِ تو از فردا پیام است
دل از خوبانِ بے پروا نگہدار
حریمش جز بہ او دادن حرام است

۵۲

کہا مجھ سے حکیم نکتہ داں نے
ترا ہر آج ہے کل کا پیمبر
نہ کر معشوق کے چکر میں پڑکر
حریم دل حرام اپنے حرم پر

ز رازی معنیٔ قرآں چہ پرسی
ضمیر ما با آیاتش دلیل است
خرد آتش فروزد ' دل بسوزد
ہمیں تفسیر نمرود و خلیل است

۵۳

نہ پوچھو رازیؔ سے مفہوم قرآں
ضمیر اپنا ہے آیت کی دلیل آپ
خرد تو دل جلائے پھونک ڈالے
یہ ہے تفسیرِ نمرود و خلیل آپ



من از بود و نبودِ خود خموشم
اگر گویم کہ ہستم خود پرستم
ولیکن ایں نوائے سادۂ کیست
کسے در سینہ می گوید کہ ہستم

۵۴

میں چپ ہونے نہ ہونے پر ہوں اپنے
کہوں میں ہوں۔ تو ہوگی خود پرستی
مگر یہ صاف گو ہے کون دل میں؟
تو کہتا ہے کہ وہ ہے میری ہستی

زمن باشاعرِ رنگیں بیاں گوے
چہ سود از سوز اگر چوں لالہ سوزی
نہ خود رامی گدازی ز آتشِ خویش
نہ شامِ دردمندے بر فروزی

۵۵

کہو یہ شاعرِ رنگیں بیاں سے
بطرز لالہ جلنا بھی ہے جلنا؟
نہ چمکانا کسی محتاج کی شام
نہ اپنی آگ میں خود ہی پگھلنا



زِ خوب و زشتِ تو نا آشنا یم
عیارش کردۂ سود و زیاں را
دریں محفل زمن تنہا ترے نیست
بچشم دیگرے بینم جہاں را

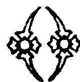
۵۶

میں ناواقف ہوں تیرے خیر و شر سے
کسوٹی کرلیا سود و زیاں کو
نہیں اس بزم میں مجھ سا بھی تنہا
پرائی آنکھ سے دیکھوں جہاں کو

تو اے شیخ حرم شاید ندانی
جہانِ عشق را ہم محشرے ہست
گناہ و نامہ و میزاں ندارد
نہ او را مسلمے نے کافرے ہست

۵۷

تجھے شیخ حرم شاید پتہ ہے
جہان عشق کا محشر ہے یوں طے
نہ مسلم ہی جہاں کوئی نہ کافر
گناہ و دفتر و میزاں ہے کیا شئے



چو تاب از خود بگیرد قطرۂ آب
میان صدگہر یک دانہ گردد
بہ بزم ہمنوایاں آنچناں زی
کہ گلشن بر تو خلوت خانہ گردد

۵۸

جو خودکو آب دے پانی کا قطرہ
تو ہو وہ شاہ گوہر گوہروں میں
بسر کر ہم نواؤں میں کچھ ایسے
کہ خلوت کا مزہ ہو جلوتوں میں

من اے دانشوراں در پیچ و تابم
خرد را فہم ایں معنی محال است
چساں در مشت خاکے تن زند دل
کہ دل دشت غزالان خیال است!

۵۹

میں پیچ وتاب میں دانشورو ہوں
خرد پر ہیں محال اس کے منازل
دھڑکتا ہے تن خاکی میں کیسا!
غزالان تخیل کا ہے یہ دِل



میارا بزم بر ساحل کہ آں جا
نوائے زندگانی نرم خیز است
بدریا غلط و باموجش در آویز
حیات جاوداں اندر ستیز است

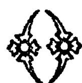
۶۰

سجا محفل نہ ساحل پر کہ اس جا
نوائے زندگانی ہے سبک رو
اتر دریا میں لے موجوں سے لوہا
حیات جاوداں ہے یہ تگ و دو

سراپا معنی سر بستہ ام من
نگاہ حرف بافاں بر نتابم
نہ مختارم تواں گفتن نہ مجبور
کہ خاک زندہ ام در انقلابم

۶۱

میں اک سر بستہ معنی ہوں سراپا
یہ مختاری نہ مجبوری ہے میری
کھلوں کسی طرح تک بندوں پہ آخر
میں خاک زندہ ہوں اور انقلابی



مگو از مدعاے زندگانی
ترا بر شیوہ ہاے او نگہ نیست
من از ذوق سفر آنگو نہ مستم
کہ منزل پیش من جز سنگ رہ نیست

۶۲

نہ کہہ کچھ مدعاے زندگی پر
اداؤں سے تو اس کی بے خبر ہے
میں ہوں ذوق سفر میں مست اتنا
مجھے منزل بھی سنگ رہگذر ہے

اگر کردی نگہ برپارۂ سنگ
زفیض آرزوے تو گہر شد
بزر خودرا مسنج اے بندۂ زر
کہ زر ازگوشۂ چشم تو زر شد

۶۳

نظر گر تو کسی کنکر پہ ڈالے
تو فیض آرزو سے وہ گہر ہو
غلام زر نہ بن میزان زر میں
تری چشم کرم سے زر بھی زر ہو



وفا نا آشنا بیگانہ خو بود
نگاہش بے قرار جستجو بود
چو دیداو را پرید از سینۂ من
ندانستم کہ دست آموز او بود

۶۴

وفا نا آشنا بے گانہ خو تھا
کسی کی کھوج میں بے چین تھا دل
پرندہ جیسے تھا اس کا سدھایا
اسے دیکھا تو سینے سے اڑا دل

مپرس از عشق و از نیرنگی عشق
بہر رنگے کہ خواہی سر بر آرد
درون سینہ بیش از نقطۂ نیست
چو آید بر زباں پایاں ندارد

۶۵

نہ پوچھ اب عشق کا ہے کیا کرشمہ
کہ ہے ہر رنگ میں وہ جلوہ فرما
نہیں سینے میں نقطے سے زیادہ
زباں پر آئے تو ہوبے احاطہ



مشو اے غنچۂ نورستہ دل گیر
ازیں بستاں سرا دیگر چہ خواہی
لب جو، بزم گل، مرغ چمن سیر
صبا، شبنم، نواے صبح گاہی

۶۶

نہ ہو غمگین اتنا تازہ غنچے!
تجھے کیا چاہیے اب اس چمن سے
لب جو، بزم گل، طائر چہکتے
صبا، شبنم کہ، نغمے صبح دم کے

مرا روزے گل افسردہٗ گفت
نمود ما چو پرواز شرار است
دلم بر محنت نقش آفریں سوخت
کہ نقش کلک او ناپائیدار است

٦٧

کہا مجھ سے یہ اک افسردہ گل نے
ہمارا ہونا چنگاری کے ایسا
جلا دل نقش نقاش ازل پر
کہ اس کا نقش ہے کسی درجہ بودا



جہانِ ما کہ پایا نے ندارد
چو ماہی در یم ایام غرق است
یکے بر دل نظر واکن کہ بینی
یم ایام در یک جام غرق است

٦٨

ہیں ہم ڈوبے ہوئے کچھ یوں جہاں میں
کہ بحر عصر میں مچھلی ہو جیسے
ذرا دل پر نظر کر دیکھ غرقاب
ہے بحر عصر جام مئے میں کیسے

بمرغان چمن ہم داستا نم
زبان غنچہ ہاے بے زبا نم
چو میرم باصبا خاکم بیامیز
کہ جز طوف گلاں کارے ندا نم

۶۹

زباں ہوں بے زباں کلیوں کے حق میں
چمن کے طائروں کا ہمنوا ہوں
مری مٹی حوالے کر صبا کے
کہ مرکر بھی طواف گل ہی چاہوں



نماید آنچہ ہست ایں وادی گل
درون لالۂ آتش بجاں چیست؟
بچشم ما چمن یک موج رنگ است
کہ می داند بچشم بلبلاں چیست؟

۷۰

ہے کیا آتش بجاں لالے کے اندر
یہ گل وادی حسیں بھی ہاے کیا ہے
ہمارے حق میں موج رنگ ۔ گلشن
نہ جانے بلبلوں کی رائے کیا ہے؟

تو خورشیدی و من سیارۂ تو
سراپا نورم از نظارۂ تو
زآغوش تو دورم نا تمام
تو قرآنی و من سیپارۂ تو

۷۱

تو سورج اور میں سیارہ تیرا
مجھے روشن کرے نظارہ تیرا
تری آغوش سے ہو دور ادھورا
تو قرآں اور میں سیپارہ تیرا



خیال او درون دیدہ خوشتر
غمش افزودہ' جاں کا ہیدہ خوشتر
مرا صاحب دلے ایں نکتہ آموخت
زمنزل جادۂ پیچیدہ خوشتر

۷۲

تصور اس کا خوش آنکھوں کو آئے
غم اس کا بڑھنا' جاں کا گھلنا بہتر
سکھایا صاحب دل نکتہ داں نے
کہ منزل سے رہِ پیچیدہ بہتر

دماغم کافر زنار دار است
بتاں را بندہ و پروردگار است
دلم را بیں کہ نالد از غم عشق
ترا با دین و آئینم چہ کار است

۷۳

دماغ اپنا ہے اک زناری کافر
وہی مالک وہی بندہ بتوں کا
مگر دل عشق کے غم سے ہے گریاں
مرے آئین و مذہب سے تجھے کیا



صنوبر بندۂ آزادۂ اُو
فروغ روے گل از بادۂ اُو
حریمش آفتاب و ماہ و انجم
دل آدم در نکشادۂ اُو

۷۴

صنوبر بندۂ آزاد اس کا
اسی کے نم سے رونق منہ پہ گل کے
وہی در بند ہے آدم کے دل میں
ہیں مہر و ماہ و انجم جس کے پردے

زانجم تابہ انجم صد جہاں بود
خرد ہرجاکہ پرزد آسماں بود
ولیکن چوں بخود نگریستم من
کراں بیکراں درمن نہاں بود

۷۵

کئی عالم تھے انجم تابہ انجم
خرد جس جا بھی پر مارے فلک تھا
مگر جیسے ہی میں نے خود میں جھانکا
میں خود ہی ذات بے پایاں تلک تھا



بہ پاے خود مزن زنجیر تقدیر
تہ ایں گنبد گرداں رہے ہست
اگر باور نہ داری خیزو دریاب
کہ چوں پا واکنی جولا نگہے ہست

۷۶

کبھی تقدیر کا پابند مت ہو
یہاں ہر سمت ہے رستہ ہی رستہ
اگر باور نہ آئے دیکھ اٹھ کر
کہ پیروں سے ہے جولاں گاہ بستہ

دل من در طلسم خود اسیر است
جہاں از پرتو او تاب گیر است
مپرس از صبح و شام ز آفتابے
کہ پیش روزگار من پریر است

۷۷

گرفتار طلسم ذات ہے دل
ہے تزئینِ جہاں میں اس کا حصہ
مرے دن رات سورج سے نہ پوچھو
مرے آگے ہے وہ پرسوں کا قصہ



نوا در ساز جاں از زخمۂ تو
چساں در جانی واز جاں برونی؟
چراغم با تو سوزم، بے تو میرم
تو اے بے چون من بے من چگونی؟

۷۸

ترے زخمے سے سازِ جاں نوازن
مرے اندر بھی تو باہر بھی تو ہی
میں تیرے بن تو بے رونق دیا ہوں
تو ہے بے مثل کیا میرے بنا بھی؟

نفس آشفتۂ موجِ ازیم اوست
نئے ما نغمۂ ما از دم اوست
لب جوئے ابد چوں سبزہ رستیم
رگ ما ریشۂ ما از نم اوست

۷۹

نفس ہے موج زن ساگر سے اس کے
ہمارا نغمہ و نے اس کے دم سے
وہ سبزہ ہیں لب جوئے ابد ہم
رگ و ریشہ ہے تازہ اس کے نم سے



ترا درد یکی در سینہ پیچید
جہانِ رنگ و بو را آفریدی
دگراز عشق بیبا کم چہ رنجی
کہ خود ایں ہائے و ہورا آفریدی

۸۰

ہے تو بھی درد تنہائی کا مارا
جہاں رنگ وبو تو نے بنایا
تجھے کھلتا ہے میرا عشق بے باک؟
اسیر ہائے و ہو تو نے بنایا

کراجوئی' چرا درپیچ و تابی
کہ او پیداست تو زیر نقابی
تلاش اوکنی' جزخود نہ بینی
تلاش خودکنی' جزاو نیابی

۸۱

ہے پیچ وتاب میں گم کس کے پیچھے
نقابوں میں ہے تو وہ تو عیاں ہے
جو تواس کو تلاشے خود کو پائے
جہاں تو خود کو ڈھونڈے وہ وہاں ہے



تو اے کودک منش خودرا ادب کن
مسلماں زادۂ؟ ترک نسب کن
برنگ احمر و خون و رگ و پوست
عرب نازد اگر ترک عرب کن

۸۲

لڑکپن چھوڑ آپ اپنا ادب کر
جوہے مومن تو پھر ترک نسب کر
فقط اس رنگ و نسل و جلد و خون پر
جوہے نازاں عرب' ترک عرب کر

نہ افغانیم و نے ترک و تتاریم
چمن زادیم و از یک شاخساریم
تمیز رنگ و بو بر ما حرام است
کہ ما پروردۂ یک نو بہاریم

۸۳

نہ افغانی نہ تاتاری نہ ترکی
کہ یک شاخ چمن والے ہوئے ہم
تمیز رنگ وبو ہم پر حرام اب
بہار نو کے ہیں پالے ہوئے ہم



نہاں در سینۂ ما عالمے ہست
بخاک ما دلے، در دل غمے ہست
ازاں صہبا کہ جان ما بر افروخت
ہنوز اندر سبوئے ما نمے ہست

۸۴

نہاں ہے اک جہاں سینے میں اپنے
ہماری خاک میں دل، دل میں ہے غم
سلگ اٹھتی ہے جس سے جاں ہماری
سبو میں ہے ابھی وہ آتش نم

دل من اے دل من اے دل من
یم من، کشتی من، ساحل من
چو شبنم برسر خاکم چکیدی؟
ویاچوں غنچہ رستی از گل من؟

۸۵

مرے دل اے مرے دل اے مرے دل
مرے ساگر، مری کشتی و ساحل
ٹپک بن کر مری مٹی پہ شبنم
کلی بن کر تو میری خاک پر کھل



چہ گویم نکتۂ زشت و نکوچیست
زباں لرزد کہ معنی پیچدار است
بروں از شاخ بینی خار و گل را
درون او نہ گل پیدا نہ خار است

۸۶

کہوں کیا نیک و بد کا راز تجھ سے
لرزتی ہے زباں اس پیچ و خم سے
کھلے ہیں شاخ پر کانٹے بھی گل بھی
نہ گل ہیں شاخ کے اندر نہ کانٹے

کسے کو درد پنہانے ندارد
تنے دارد ولے جانے ندارد
اگر جانے ہوس داری طلب کن
تب و تابے کہ پایانے ندارد

۸۷

کوئی درد نہاں رکھتا نہیں گر
وہ تن رکھتا ہے جو بے جان سا ہے
جو جینے کی ہوس ہے تو طلب کر
وہ تاب وتب کہ جو لاانتہا ہے



چہ پرسی از کجایم' چیستم من؟
بخود پیچیدہ ام تازیستم من
دریں دریا چو موج بے قرارم
اگر بر خود نہ پیچم نیستم من

۸۸

کہاں کا ہوں میں کیا ہوں کچھ نہ پوچھو
گرفتار حیات پیچ و خم ہوں
ہوں دریا میں مثال موج' بے کل
نہ الجھوں خود سے تو نذر عدم ہوں

بچندیں جلوہ' در زیر نقابی
نگاہ شوق مارا بر نتابی
دوی درخون ماچوں مستی مئے
ولے بیگانہ خوئی' دیر یابی

۸۹

نگاہ شوق ہے پیاسی کی پیاسی
رہا تو اتنے جلووں پر بھی چھپ کر
لہو میں مئے کی مستی بن کے دوڑے
مگر مشکل سے ہاتھ آئے ستم گر



دل ازمنزل تہی کن پابرہ دار
نگہ را پاک مثل مہر ومہ دار
متاع عقل و دیں با دیگراں بخش
غم عشق ار بدست افتد نگہ دار

۹۰

نہ کر کچھ فکر منزل بس چلا چل
نظر ہو پاک مہرومہ ہیں جیسے
حوالے دوسروں کے عقل و دیں کر
غم عشق اس کا ہاتھ آئے تو رکھ لے

بیا اے عشق اے رمز دل ما
بیا اے کشت ما اے حاصل ما
کہن گشتند ایں خاکی نہاداں
دگر آدم بنا کن از گل ما

۹۱

اے میرے رمز دل آ، عشق کی رو
مرے حاصل، مری کشت تگ و دو
ہوے خاکی یہ سب از کار رفتہ
بنا مٹی سے میری آدم نو



سخن درد و غم آرد، درد و غم بہ
مرا ایں نالہ ہاے دمبدم بہ
سکندر را زِ عیش من خبر نیست
نواے دلکشے از ملک جم بہ

۹۲

سخن جو درد و غم دے درد و غم خوب
لگیں یہ نالہ ہاے دم بہ دم خوب
سکندر بے خبر عشرت سے میری
نہیں میری نوا سے ملک جم خوب

نہ من بر مرکب خنگی سوارم
نہ از وابستگان شہر یارم
مرا اے ہم نشیں دولت ہمیں بس
چو کاوم سینہ را لعلے بر آرم

۹۳

میں کوئی راکب مرکب نہیں ہوں
مصاحب بادشاہوں کا نہیں ہوں
مجھے اے ہم نشیں دولت یہ بس ہے
نکالوں لعل جب سینہ کریدوں



کمال زندگی خواہی، بیاموز
کشادن چشم و جز برخود نہ بستن
فرو بردن جہاں را چوں دم آب
طلسم زیر و بالا در شکستن

۹۴

کمال زندگی چاہو تو سیکھو
کھلی آنکھیں نہ خود پر بند کرنا
طلسم زیر و بالا کرنا زائل
جہاں کو کرکے پانی گھونٹ بھرنا

توی گوئی کہ آدم خاک زادست
اسیر عالم کون و فساد است
ولے فطرت زاعجازے کہ دارد
بنائے بحر بر جولش نہاد است

۹۵

تو خود کہتا ہے خاکی ہے یہ آدم
اسیر یک جہانِ خیر و شر نا!
مگر فطرت کے اپنے معجزے سے
سمندر کی ہوا بنیاد جھرنا



دل بیباک را ضرغام رنگ است
دل ترسندہ را آہو پلنگ است
اگر بیمے نداری بحر صحراست
اگر ترسی بہر موجش نہنگ است

۹۶

نڈر ہے دل تو ہے چیتا بھی بکری
ہے بزدل کے لیے آہو بھی چیتا
نڈر ہو تو ساگر بھی ہے صحرا
ہے ایک اک موج میں گھڑیال ورنہ

ندانم بادہ ام یاساغرم من
گہر در دامنم یا گو ہرم من
چناب بینم چو بر دل دیدہ بندم
کہ جانم دیگر است و دیگرم من

۹۷

نہ جانے مئے ہوں یا میں جام مئے ہوں
گہر دامن ہوں یا گو ہر ہوں خود ہی
جمائی آنکھ دل پر تو یہ دیکھا
کہ میری جاں ہے کوئی میں ہوں کوئی



تو گوئی طائرما زیر دام است
پریدن بر پروبالش حرام است
زتن برجستہ ترشد معنی جاں
فسان خنجر ما از نیام است

۹۸

تو کہتا ہے پرندہ جال میں ہے
اڑانیں ہیں حرام اب پر کے حق میں
کھلا مفہوم جاں کچھ اور تن سے
نیام اک سان ہے خنجر کے حق میں

چساں زاید تمنا در دل ما؟
چساں سوزد چراغ منزل ما؟
بچشم ما کہ می بیند؟ چہ بیند؟
چساں گنجید دل اندر گل ما؟

۹۹

ہوئی دل میں تمنا کیسے پیدا
ہے کیوں روشن چراغ منزل اپنا
یہ کون آنکھوں میں ہے؟ کیا دیکھتا ہے؟
سمایا خاک میں کیسا دل اپنا



چو در جنت خرامیدم پس از مرگ
بچشم ایں زمین و آسماں بود
شبے باجان حیرانم در آویخت
جہاں بود آں کہ تصویر جہاں بود

۱۰۰

ٹہلتا تھا جو میں جنت میں مر کر
وہاں دیکھا زمیں تھی' آسماں تھا
مجھے حیران کرتا تھا یہی شک
جہاں تھا وہ کہ تصویر جہاں تھا

جہانِ ما کہ جز انگارۂ نیست
اسیر انقلاب صبح و شام است
زسوہان قضا ہموار گردد
ہنوز ایں پیکر گل ناتمام است

۱۰۱

ادھورا یہ جہان بے ثباتی
اسیر انقلاب روز و شب ہے
قضا کے وار سے ہموار ہوگا
مکمل پیکر خاکی یہ کب ہے

چساں اے آفتاب آسماں گرد
بہ ایں دوری بچشم من درآئی؟
بخاکی واصل و از خاک داں دور!
تو اے مژگاں گسل آخر کجائی؟

۱۰۲

ہے تو سیر فلک میں مست سورج
کہاں ہے آنکھیں خیرہ کرنے والے!
سواد خاک داں سے دور کتنا
مگر ہم خاکیوں پر مرنے والے!

تراش از تیشۂ خود جادۂ خویش
براہ دیگراں رفتن عذاب است
گراز دست تو کار نادر آید
گناہے ہم اگر باشد ثواب است
۱۰۳
ہے آفت راہ چلنا دوسروں کی
نکال اپنے تبر سے راہ اپنی
اگر ہو کار نادر تیرے ہاتھوں
بدی بھی ہو تو ٹھیرے گی وہ نیکی



بمنزل رہرو دل درنسازد
بآب وآتش و گل در نسازد
نہ پنداری کہ درتن آرمید است
کہ ایں دریا بساحل در نسازد
۱۰۴
مسافر دل ہے بے منزل ازل سے
الگ ہیں آب و آتش گل ازل سے
نہ سمجھو تن میں دل آرام سے ہے
کہ یہ دریا ہے بے ساحل ازل سے

بیا با شاہد فطرت نظر باز
چرا ور گوشۂ خلوت گزینی
ترا حق داد چشم پاک بینے
کہ از نورش نگاہے آفرینی
۱۰۵
ملا اب شاہد فطرت سے آنکھیں
نکل آ گوشۂ خلوت سے باہر
تجھے حق نے جو چشم پاک بیں دی
تو اس کے نور سے پیدا نظر کر



میان آب و گل خلوت گزیدم
زافلاطون وفارابی بریدم
نہ کردم از کسے دریوزۂ چشم
جہاں را جز بچشم خود ندیدم
۱۰۶
میں آب و گل میں تنہائی کا مارا
نہ افلاطوں نہ فارابی میں گم ہوں
کسی سے بھیک میں آنکھیں نہ مانگوں
خود اپنی آنکھ سے دنیا کو دیکھوں

زآغاز خودی کس راخبر نیست
خودی در حلقۂ شام و سحر نیست
زخضرایں نکتۂ نادر شنیدم
کہ بحراز موج خود دیرینہ تر نیست

۱۰۷

خودی شام و سحر میں قید کب ہے
کسی کو ہے خودی کی یہ خبر کب
سنا انمول نکتہ یہ خضر سے
ہے ساگر موج سے دیرینہ تر کب



دلا رمزحیات از غنچہ دریاب
حقیقت در مجازش بے حجاب است
زخاک تیرہ می روید و لیکن
نگاہش بر شعاع آفتاب است

۱۰۸

کلی سے سیکھ اے دل رمز جاں اب
حقیقت تو مجازاً پردہ در ہے
اندھیری خاک سے نکلے بھلے ہی
شعاع مہر پر اس کی نظر ہے

فروغ او بہ بزم باغ وراغ است
گل از صہبائے او روشن ایاغ است
شب کس در جہاں تاریک نگذاشت
کہ در ہر دل ز داغ او چراغ است

۱۰۹

اُسی سے باغ و صحرا، بامِ روشن
اُسی کی مئے سے گل ہے، جام روشن
نہ چھوڑی اب اندھیری شب کسی کی
ہے داغِ دل ۔ چراغِ شامِ روشن



زخاک نرگستاں غنچۂ رُست
کہ خواب از چشم او شبنم فروشست
خودی از بے خودی آمد پدیدار
جہاں دریافت آخر آنچہ می جُست

۱۱۰

کلی نرگس نشاں مٹی سے نکلی
تو اس کی نیند شبنم نے اڑائی
نکل آئی خودی پھر بے خودی سے
جو دنیا چاہیئے تھی اس نے پائی

جہاں کز خود ندارد دستگا ہے
بکوے آرزو می جست راہے
زِ آغوش عدم دزدیدہ بگریخت
گرفت اندر دل آدم پنا ہے

۱۱۱

جہاں کو جب نہ خود پر دسترس تھی
تو کوے آرزو کی راہ چاہی
عدم کی گود سے چپکے سے نکلا
دلِ آدم میں لائی خوش پناہی

دلِ من راز دانِ جسم و جان است
نہ پنداری اجل بر من گران است
چہ غم گر یک جہاں گم شد زچشم
ہنوز اندر ضمیرم صد جہان است

۱۱۲

مرا دل راز دانِ جسم و جاں ہے
سمجھنا مت، ہے مجھ پر موت بھاری
جہاں آنکھوں سے اوجھل ہے تو کیا غم
ہیں ایسے سو جہاں اس دل میں جاری

گل رعنا چو من در مشکلے ہست
گرفتار طلسم محفلے ہست
زبان برگ او گویا نگر دند
ولے در سینۂ چاکش دلے ہست
۱۱۳
گل رعنا بھی ہے مشکل میں مجھ سا
چلا ہے اس پہ بھی محفل کا جادو
اگرچہ پتی پتی بے زباں ہے
مگر بے دل نہیں ہے اس کا پہلو

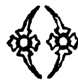


مزاج لالۂ خود رو شناسم
بشاخ اندر گلاں را بو شناسم
ازاں دارد مرا مرغ چمن دوست
مقام نغمہ ہاے او شناسم
۱۱۴
مزاج لالۂ خود رو سمجھ لوں
جو گل ہیں شاخ میں ان کو بھی سونگھوں
پرندے دوست یوں رکھتے ہیں مجھ کو
کہ ان کے راگ میں پہچانتا ہوں

جہاں یک نغمہ زار آرزوے
بم و زیرش زِتار آرزوے
بچشمم ہر چہ ہست وبو دو باشد
دمے از روزگار آرزوے

۱۱۵

جہاں اک نغمہ زار آرزو ہے
کہ جس کا زیر و بم بھی اس کے بل ہے
مری نظروں میں جو کچھ تھا' ہے' ہوگا
زمانِ آرزو کا ایک پل ہے



دل من بے قرار آرزوے
درون سینۂ من ہاے و ہوے
سخن اے ہم نشین از من چہ خواہی
کہ من با خویش دارم گفتگوے

۱۱۶

مرا دل بے قرار آرزو ہے
مرے سینے میں ہنگامہ بپا ہے
میں اپنے آپ سے محو سخن ہوں
سخن اے ہم نشیں کیا چاہتا ہے

دوام ما ز سوز نا تمام است
چو ماہی جز تپش بر ما حرام است
مجو ساحل کہ در آغوش ساحل
تپید یک دم و مرگ دوام است

۱۱۷

کسر اک آنچ کی ہی زندگی ہے
تڑپ ہم میں بھی ہے مچھلی کی جیسی
نہ ساحل ڈھونڈ ساحل پر گھڑی بھر
مچلنے کی سزا ۔ مرگ دوامی



مرنج از برہمن اے واعظ شہر
گر از ما سجدۂ پیش بتاں خواست
خدائے ما کہ خود صورت گری کرد
بتے را سجدۂ از قدسیاں خواست

۱۱۸

برہمن سے خفا واعظ نہ ہونا
اگر وہ بت پرستی ہم سے چاہے
خدا نے خود بھی جب صورت گری کی
تو سجدا یا تھا بت کو قدسیوں سے

حکیماں گرچہ صد پیکر شکستند
مقیم سومنات بودو ہستند
چساں افر شتہ و یزداں بگیر ند
ہنوز آدم بفتراکے نہ بستند

۱۱۹

حکیموں نے کئی بت یوں تو توڑے
مگر خود سومنات ذات میں ہیں
وہ کیا افر شتہ و یزداں کو پائیں
کہ کب آدم ہی ان کے ہاتھ میں ہیں



جہاں ہا روید از مشت گل من
بیا سرمایہ گر از حاصل من
غلط کردی رہ سر منزل دوست
دمے گم شو بصحرائے دل من

۱۲۰

کئی عالم مری مٹی سے نکلے
تونگر تو مرے حاصل سے ہو جا
اگر کھودی ہے راہ منزل دوست
مرے صحرائے دل میں تو بھی کھو جا

ہزاراں سال بافطرت نشستم
باو پیوستم و از خود گسستم
ولیکن سر گذشتم ایں دوحرف است
ترا شیدم، پرستیدم، شکستم

۱۲۱

رہا برسوں میں فطرت کا مصاحب
جڑا اس سے، مگر خود سے جدا تھا
مری روداد ہے المختصر یہ
تراشا، اس کو پوجا، توڑ پھینکا



بہ پہنائے ازل پرمی کشودم
زبند آب و گل بیگانہ بودم
بچشم تو بہائے من بلند است
کہ آوردی ببازارِ وجودم

۱۲۲

بڑا بے فکر قید آب و گل سے
میں پہنائے ازل میں اڑ رہا تھا
بہت انمول ہوں اس کی نظر میں
مجھے بازار ہستی میں جو لایا

درونم جلوۂ افکار ایں چیست!
برون من ہمہ اسرار ایں چیست!
بفرما اے حکیم نکتہ پرداز
بدن آسودہ' جاں سیار ایں چیست!

۱۲۳

ہے مجھ میں جلوۂ افکار ۔ یہ کیا!
ہے باہر غلبۂ اسرار ۔ یہ کیا!
یہ فرما اے حکیم نکتہ پرداز
بدن آسودہ' جاں سیار ۔ یہ کیا!



بخود نازم گدائے بے نیازم
تپم' سوزم' گدازم' نے نوازم
ترا از نغمہ درآتش نشاندم
سکندر فطرتم' آئینہ سازم

۱۲۴

تڑپ'سوز وگداز ایسا ہے مجھ میں
تجھے میں پھونک دوں وہ نغمہ گر ہوں
گدائے بے نواہوں' خود پہ نازاں
سکندر ہوں'مزاجاً شیشہ گر ہوں

اگر آگاہی از کیف و کم خویش
بیے تعمیر کن از شبنم خویش
دلا دریوزۂ مہتاب تا کے!
شب خود را برافروز از دم خویش

۱۲۵

جو اپنے کیف و کم سے باخبر ہے
بنا شبنم سے بھی اے دل سمندر
کہاں تک چاند کا محتاج ہوگا!
کر اپنی رات روشن اپنے بل پر



چہ غم داری حیات دل زدم نیست
کہ دل در حلقۂ بود و عدم نیست
مخور اے کم نظر اندیشۂ مرگ
اگر دم رفت دل باقی ست غم نیست

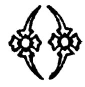
۱۲۶

حیات دل نہیں ہے ساتھ دم کے
اسیر حلقۂ جاں بھی نہیں ہے
نہ ڈر اے کم نظر مرنے کا کیا غم
ہے دل باقی جو دم باقی نہیں ہے

تو اے دل تا نشینی در کنارم
زتشریف شہاں خوشتر گلیمم
درون سینہ ام باشی پس از مرگ؟
من از دست تو در امیدو بیم

۱۲۷

مرے پہلو میں تو جب تک ہے اے دل
مرے کمبل سے کب خوشتر ہے خلعت
مروں بھی میں تو کیا تو ساتھ ہو گا؟
امیدو بیم ہیں تجھ سے عبارت



زِمن گو صوفیانِ با صفا را
خدا جویانِ معنی آشنا را
غلام ہمت آں خود پرستم
کہ بانور خودی بیند خدا را

۱۲۸

یہ کہہ دو صوفیانِ با صفا کو
خدا جویانِ معنی آشنا کو
ہے میری غلام اس کی ہے جس نے
بہ انوارِ خودی دیکھا خدا کو

چو نرگس ایں چمن نادیدہ مگذر
چو بو در غنچۂ پیچیدہ مگذر
ترا حق دیدۂ روشن ترے داد
خرد بیدار و دل خوابیدہ مگذر

۱۲۹

نہ گل کے ساتھ خوشبو بن کے گل ہو
نہ جا نرگس سا بن دیکھے چمن سے
تجھے اللہ بخشے چشم روشن
جگا کر عقل، دل کو مت سلادے



ترا شیدم صنم بر صورت خویش
بہ شکل خود خدا را نقش بستم
مرا از خود بروں رفتن محال است
بہر رنگے کہ ہستم خود پر ستم

۱۳۰

صنم بھی اپنی صورت ہی پہ ڈھالا
ہے اپنی ذات یا مورت خدا کی
نکل آنا ہے ناممکن انا سے
بہر صورت اسیر خود پرستی

بہ شبنم غنچۂ نو رستہ می گفت
نگاہ ما چمن زاداں رسانیست
دراں پہنا کہ صد خورشید دارد
تمیز پست و بالا ہست یا نیست؟

۱۳۱

کہا شبنم سے نو رستہ کلی نے
کب اتنا ہم میں کوئی دور بیں ہے
جلو میں سینکڑوں خورشید رکھ کر
تمیز پست و با لاہے؟ نہیں ہے؟؟



زمیں را رازدان آسماں گیر
مکاں را شرح رمزلا مکاں گیر
پرد ہر ذرہ سوے منزل دوست
نشان راہ از ریگ رواں گیر

۱۳۲

زمیں کو آسماں کی راز داں کر
مکاں کو شرح رمز لامکاں کر
ملے گا راستہ ریگ رواں سے
جو ذرہ اڑتا ہے منزل نشاں کر

ضمیر کن فکاں غیراز تو کس نیست
نشان بے نشاں غیراز تو کس نیست
قدم بے باک ترنہ در رہ زیست
بہ پہنائے جہاں غیراز تو کس نیست

۱۳۳

ضمیر کن فکاں تیرے سوا کون
نشان بے نشاں تیرے سوا کون
نڈر ہوکر ہی راہ زندگی چل
جواں مرد جہاں تیرے سوا کون



زمیں خاک در مئے خانہ ما
فلک یک گردش پیمانۂ ما
حدیث سوز وساز ما دراز است
جہاں دیباچۂ افسانۂ ما

۱۳۴

زمیں خاک در مئے خانہ اپنی
فلک اک گردش پیمانہ اپنا
حدیث سوز وساز اپنی ہے لمبی
جہاں دیباچۂ افسانہ اپنا

سکندر رفت و شمشیر و علم رفت
خراج شہر و گنج کان و یم رفت
امم را از شہاں پاینده تر داں
نمی بینی که ایراں ماند و جم رفت

۱۳۵

نہ شمشیر و علم ہیں نے سکندر
خراج شہر ہی باقی نہ زر ہے
رہی ہیں امتیں شاہوں سے بڑھ کر
گیا جم، دیکھ لے، فارس مگر ہے



ربودی دل زچاک سینۂ من
بغارت بردۂ گنجینۂ من
متاع آرزویم باکہ دادی؟
چہ کردی باغم دیرینۂ من؟

۱۳۶

لیا دل تو نے سینہ چاک کر کے
یہ پونجی لے اڑا کرنے کو غارت
تمنا میری کس کی نذر کردی؟
کیا دیرینہ غم کس سے عبارت؟

زپیش من جہانِ رنگ وبو رفت
زمین و آسمان و چارسو رفت
تو رفتی اے دل از ہنگامۂ او؟
و یا از خلوت آباد تو او رفت

۱۳۷

جہانِ رنگ و بو گزرا نظر سے
زمین و آسمان و چار سو بھی
اسے چھوڑا ہے دل نے خود کہ چھوڑی
اسی نے خلوت آباد دل کی



مرا از پردۂ ساز آگہی نیست
ولے دانم نوائے زندگی چیست
سرودم آنچناں در شاخساراں
گل از مرغ چمن پرسد کہ ایں کیست؟

۱۳۸

نہ جانا میں نے کیا ہے پردۂ ساز
نوائے زندگی کیا ہے یہ جانا
میں گایا شاخساروں پر تو گل نے
پرندے سے کہا "ہے کس کا گانا؟"

نوا مستانہ در محفل زدم من
شرارِ زندگی بر گل زدم من
دل از نور خرد کردم ضیا گیر
خرد را بر عیارِ دل زدم من

۱۳۹

سریلا گیت محفل میں سنا کر
حرارت بخش دی خاکی جسد کو
خرد سے روشنی پائی جو دل نے
کسا دل کی کسوٹی پر خرد کو



عجم از نغمہ ہائے من جواں شد
ز سودایم متاعِ او گراں شد
ہجومے بود رہ گم کردہ در دشت
ز آوازِ درایم کارواں شد

۱۴۰

مرے نغمے سے ہے جوبن عجم پر
تونگر ہے وہ میرے ہی جنوں سے
بھٹکتا تھا ہجوم اک دشت و در میں
منظم کر دیا میری جرس نے

عجم از نغمہ ام آتش بجان است
صدائے من درائے کاروان است
حدی را تیز تر خوانم چو عرفیؔ☆
کہ رہ خوابیدہ و محمل گران است

۱۴۱

عجم میں آگ نغمے سے لگاؤں
جرس سے کارواں کو بھی جگاؤں
گراں محمل تو ہے سنسان رستہ
* حدی، عرفیؔ کی صورت، تیز گاؤں



زجان بے قرار آتش کشادم
دلے درسینۂ مشرق نہادم
گل او شعلہ زار از نالۂ من
چوبرق اندر نہاد او فتادم

۱۴۲

رکھا دل سینۂ مشرق میں میں نے
لگادی آگ، گومیں نا تواں ہوں
مرے جذبے سے اس کی خاک، شعلہ
کہ اس میں برق کی صورت رواں ہوں

☆نوا را تلخ تر می زن چو ذوقِ نغمہ کم یابی
حدی را تیز تر می خواں چو محمل را گراں بینی

مرا مثل نسیم آوارہ کر دند
دلم ما نند گل صد پارہ کر دند
نگا ہم را کہ پیدا ہم نہ بیند
شہید لذت نظارہ کر دند

۱۴۳

مجھے مثل نسیم آوارہ رکھا
گل آسا دل کو پارہ پارہ رکھا
یہ آنکھیں صرف ظاہر بیں نہ ٹھیریں
شہید لذت نظارہ رکھا



خرد کر پاس را زرّینہ سازد
کمالش سنگ را آئینہ سازد
نوائے شاعر جادو نگارے
زنیش زندگی نوشینہ سازد

۱۴۴

بنادے سنگ کو شیشہ ہنر سے
خرد ململ کو بھی کم خواب کردے
ہے شاعر کی نوا میں ایسا جادو
جو زہر جاں کو بھی شہداب کر دے

زشاخ آرزو بر خوردہ ام من
بہ راز زندگی پے بردہ ام من
بترس از باغباں اے ناوک انداز
کہ پیغام بہار آوردہ ام من

۱۴۵

میں پیوستہ ہوں شاخ آرزو سے
میں راز زندگی سے معتبر ہوں
اے تیر انداز ڈریو باغباں سے
میں پیغام بہار خوش خبر ہوں



خیالم کو گل از فردوس چیند
چو مضمون غریبے آفریند
دلم در سینہ می لرزد چو برگے
کہ بروے قطرۂ شبنم نشیند

۱۴۶

تخیل پھول چنتا ہے عدن سے
انوکھا سا ہوا مضمون پیدا
لرزتا ہے مُرے سینے میں یوں دل
کہ جیسے اوس کے قطرے سے پتا

عجم بحر یست نا پیدا کنارے
کہ دروے گوہر الماس رنگ است
ولیکن من نہ رانم کشتی خویش
بدریائے کہ موجش بے نہنگ است

۱۴۷

عجم اک ایسا بحرِ بے کراں ہے
جہاں الماس گوہر لعل سب ہیں
مگر پھر بھی نہ ڈالی میں نے کشتی
کہ اس کی موج میں گھڑیال کب ہیں



مگو کار جہاں نا استوار است
ہر آنِ ما ابد را پردہ دار است
بگیر امروز را محکم کہ فردا
ہنوز اندر ضمیر روزگار است

۱۴۸

نہ کہہ کار جہاں کو ہیچ اتنا
ابد آباد ہر ساعت ہے اپنی
پکڑ لے آج کا مضبوط دامن
ابھی "کل" ہے ضمیر وقت میں ہی

رمیدی از خدا وندان افرنگ
ولے بر گورو گنبد سجدہ پاشی
بہ لالائی چناں عادت گرفتی
زسنگ راہ مولاے تراشی

۱۴۹

خدا وندان افرنگی سے بھاگا
تو سجدہ گورو گنبد کا تراشا
غلامی کی پڑی عادت کچھ ایسی
کہ ہر پتھر سے اک آقا تراشا



قباے زندگانی چاک تا کے؟
چو موراں آشیاں درخاک تا کے؟
بہ پرواز آ و شاہینی بیا موز
تلاش دانہ در خاشاک تا کے؟

۱۵۰

فقط خاشاک میں دانے نہ ڈھونڈو
اڑانیں بھر کے شاہینی بھی سیکھو
لباس زندگانی چاک کب تک؟
بلوں میں چیونٹیاں بن کر نہ بیٹھو

میان لالہ و گل آشیاں گیر
ز مرغ نغمہ خواں درس فغاں گیر
اگر از ناتوانی گشتۂ پیر
نصیبے از شباب ایں جہاں گیر

۱۵۱

پرندے سے کبھی درسِ فغاں لے
نشیمن لالہ و گل میں بنالے
تجھے بوڑھا جو کردے ناتوانی
زمانے سے جوانی کا مزہ لے



بجان من کہ جاں نقش تن انگیخت
ہوائے جلوہ ایں گل را دو رو کرد
ہزاراں شیوہ دارد جان بے تاب
بدن گردد چو بایک شیوہ خوکرد

۱۵۲

قسم اللہ کی کیا نقش ابھارا
انا نے گل کو دو رو کر کے چھوڑا
بدلتی جارہی تھی روح بہروپ
وفا نے جسم یک سو کر کے چھوڑا

بگوشم آمد از خاک مزارے
کہ در زیر زمیں ہم می تواں زیست
نفس دارد ولیکن جاں ندارد
کسے کو بر مراد دیگراں زیست

۱۵۳

مجھے آواز آئی اک لحد سے
کوئی زیر زمیں ہوکر ہے زندہ
وہ ہے بس سانس لیتا ایک مردہ
جو اوروں کے اشاروں پر ہے زندہ



مشو نومید ازیں مشت غبارے
پریشاں جلوۂ نا پائیدارے
چو فطرت می تراشد پیکرے را
تمامش می کند در روز گارے

۱۵۴

ہماری خاک سے مایوس مت ہو
ہے ہر جلوہ پریشاں اور ادھورا
تراشا جب کبھی فطرت نے پیکر
تو برسوں میں کیا ہے اس کو پورا

جہاں رنگ و بو فہمیدنی ہست
دریں وادی بسے گل چیدنی ہست
ولے چشم از درون خود نہ بندی
کہ در جان تو چیزے دیدنی ہست

۱۵۵

سمجھنے کا جہان رنگ و بو ہے
کہ اس وادی کا ہر گل چیدنی ہے
اتر کر دیکھ اپنی ذات میں بھی
ترے اندر بھی اک شئے دیدنی ہے



توی گوئی کہ من ہستم، خدا نیست
جہان آب و گل را انتہا نیست
ہنوز ایں راز بر من ناکشو داست
کہ چشم آنچہ بیند ہست یا نیست

۱۵۶

تو کہتا ہے، ہوں میں ہی میں، خدا نئیں
جہاں آب و گل کی انتہا نئیں
کھلا اب تک نہ مجھ پر راز اتنا
جو دیکھا آنکھ نے وہ ہے بھی یا نئیں

بساطم خالی از مرغ کباب است
نہ در جامم مئے آئینہ تاب است
غزال من خورد برگ گیا ہے
ولے خون دل او مشک ناب است

۱۵۷

نہ دستر پر مرے مرغ کبابی
نہ ساغر میں مئے آئینہ تابی
ہرن کھاتا ہے ہریالی ہی میرا
ہے اس کے خون دل میں مشک نابی



رگ مسلم زِ سوزِ من تپید است
زچشمش اشک بیتابم چکید است
ہنوز از محشر جانم نداند
جہاں را بانگاہ من ندید است

۱۵۸

تڑپ سے میری مسلم رگ بھی تڑپی
مرے بے تاب آنسو، آنکھ اس کی
قیامت میرے اندر کی نہ جانی
نہ دنیا میری آنکھوں ہی سے دیکھی

بحرف اندر نگیری لامکاں را
درون خود نگر ایں نکتہ پیدا ست
بہ تن جاں آنچناں دارد نشیمن
کہ نتواں گفت ایں جانیست آں جاست
۱۵۹
پکڑ میں لامکاں آتا نہیں ہے
یہ نکتہ ذات میں جھانکا تو پایا
بنایا آشیانہ تن میں جاں نے
ہے جاں تن میں کہاں، کس نے بتایا؟



بہر دل عشق رنگ تازہ بر کرد
گہے با سنگ گہ با شیشہ سر کرد
ترا از خود ربود و چشم تر داد
مرا با خویشتن نزدیک تر کرد
۱۶۰
دلوں پر عشق نے رنگ اک جمایا
کبھی پتھر کبھی آئینہ پایا
تجھے خود سے چھڑایا اور رلایا
جہاں اس نے مجھے خود سے ملایا

ہنوز از بندآب و گل نہ رستی
تو گوئی رومی و افغانیم من
من اول آدم بے رنگ و بویم
ازاں پس ہندی و تورانیم من

۱۶۱

نہ چھوٹا بند آب و گل نہ چھوٹا
ترا یہ رومی و افغانی کہنا
میں پہلے آدم بے رنگ و بو ہوں
مجھے پھر ہندی و تورانی کہنا



مرا ذوق سخن خوں درجگر کرد
غبار راہ را مشت شرر کرد
بگفتار محبت لب کشو دم
بیاں ایں راز را پوشیدہ تر کرد

۱۶۲

غبار راہ کو چنگاریاں دیں
لہو گرما دیا ذوق سخن نے
جو منہ کھولوں محبت کے بیاں پر
پڑیں اس راز پر کچھ اور پردے

گریز آخر زِ عقل ذوفنوں کرد
دل خود کام را از عشق خوں کرد
ز اقبالؔ فلک پیما چہ پرسی
حکیم نکتہ دان ما جنوں کرد

۱۶۳

دل خود سر کا الفت سے کیا خوں
خرد عیار تھی پیچھا چھڑایا
بلند اقبالؔ تو صاحب جنوں ہے
بھلا کیا کہنا اپنے فلسفی کا



☆☆☆
☆☆
☆

# حرفِ تشکر

من لم یشکر الناس لم یشکر الله

## الحمد اللہ کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

اُردو اکادمی آندھرا پردیش کا میں ممنون ہوں کہ جزوی سہی مالی تعاون دے کر اس کی اشاعت میں سہولت بہم پہنچائی۔

افسوس تو اس بات کا ہے کہ یہ قنطار (سونے چاندی کا ڈھیر) میں اپنے کرم فرما ماہر غالبیات اعلیٰ حضرت کالی داس گپتا رضا صاحب کی خدمت میں پیش نہ کر سکا۔ کاش یہ کتاب ان کی زندگی میں شائع ہو سکتی۔ اعلیٰ حضرت سے مجھے قلبی وابستگی رہی ہے۔ میں ہمیشہ انھیں اعلیٰ حضرت ہی کہا کرتا تھا۔ وہ علم و فن کے جس مقام پر متمکن تھے وہاں انھیں یہ القاب زیب بھی دیتے تھے۔ اعلیٰ حضرت مجھے کس قدر چاہتے تھے اس کا اندازہ میرے قریبی احباب کو ہے۔ انہوں نے اپنی تمام کتابیں بطور خاص اپنے دستخط کے ساتھ مجھے عنایت فرمائیں۔ بشمول دیوانِ غالب کامل۔ ''قنطار'' کے لیے اعلیٰ حضرت نے ''حرفے چند'' لکھ کر عزت بخشی۔ میں نے اس ترجمے پر بڑی محنت کی ہے اس لیے یہ مجھے عزیز ہے۔ اعلیٰ حضرت نے میرے ترجمے کو سراہتے ہوئے مجھے جو خط لکھا وہ ان کی مجھ سے بے انتہا شفقت کی دلیل ہے جس میں طبع زاد

کارنامہ دکھانے کی خواہش کی تھی۔ ترجمہ بہر حال ترجمہ ہی ہوتا ہے۔ اللہ کرے وہ دن بھی آئے کہ میں ان کی آرزو کی تکمیل کرسکوں۔

ماہنامہ ''رہنمائے تعلیم'' دہلی کے حوالے سے میں ڈاکٹر تسخیر فہمی کے نام سے بچپن ہی سے واقف تھا۔ ملاقات یا نصف ملاقات کبھی نہیں رہی تھی۔ پچھلے سال پونے فسٹول کے کل ہند مشاعرے کے سلسلے میں پونے گیا تھا۔ وہیں ڈاکٹر صاحب سے پہلی دفعہ نیاز حاصل ہوا۔ میں نے قنطار کے لیے پیش لفظ کی گزارش کی تھی اور ڈاکٹر صاحب نے میری گزارش کو شرفِ قبولیت بخش کر خیر نوازی کی۔ میں اس پیش لفظ کے لیے ان کا ممنون ہوں۔

میں اپنے کرم فرما جناب مصلح الدین سعدی کا بھی ممنون ہوں کہ جن کی توجہ سے میں ''خوب سے خوب تر'' کی جدو جہد میں اپنا ہنر دکھاتا رہا اور وہ میرے ہنر کی داد دیتے رہے ان کی داد میرے لیے سند کا درجہ رکھتی ہے۔

عزیزم اطیب اعجاز نے اس کتاب کی اشاعت میں ہر سطح پر میری مدد کی اس کے لیے میں ان کا بھی ممنون ہوں کہ یہ قنطار (پونجی) آپ کی نذر کرنے کے قابل ہوسکا۔

رؤف خیر




**Translation of**

"LALA- E - TOOR" (Payam-e- Mashriq)

by

ROOF KHAIR, M.A., Lecturer in Urdu



**Publisher**

**KHAIRY PUBLICATIONS**

**9-10-202/19, Risala bazar, Golconda Fort,**

**Hyderabad, 500 008 (A.P.) India**

**Phone: 040 3523324**